سبق: ۵ مکاتیبِ غالب

مُصنف
اسد اللہ خاں غالبؔ
(1797-1869)

مصنف کا تعارف

اسد اللہ خاں نام، گھر پر "مرزا نوشہ" پکارے جاتے تھے۔ پہلے "اسد" تخلص کیا پھر "غالب"۔ آگرے میں پیدا ہوئے۔ نسلاً ایک تُرک تھے۔ والد عبداللہ بیگ سپاہی پیشہ تھے۔ غالب پانچ برس کے تھے کہ وہ ایک معرکے میں مارے گئے۔ غالب کی پرورش ان کے چچا نے سنبھالی لیکن چار سال بعد وہ بھی وفات پا گئے اور غالب اپنے نانا کی نگرانی میں آ گئے۔ عنفوانِ شباب بڑی بے فکری میں گزرا۔

غالب بنیادی طور پر شاعر تھے اور اپنی فارسی شاعری پر فخر کیا کرتے تھے۔ ابتدا میں خط بھی فارسی میں لکھتے تھے لیکن بعد میں کچھ تو اپنی بڑھتی ہوئی عمر اور کچھ اپنی جدّت پسندی کے باعث اُردو میں خط لکھنے شروع کیے۔ انھوں نے اپنے دوستوں اور شاگردوں کو بہت سے خط لکھے جن کے مجموعے "عُودِ ہندی" اور "اُردوئے معلیٰ" کے نام سے ان کی زندگی ہی میں مرتب ہو گئے تھے۔

غالب اپنے عہد اور زمانے کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھے، جو اپنے دور کے علمی و ادبی کمالات اور روایات کی عکاسی کرتی تھی۔ ان کی شخصیت اپنے تمام تر رچاؤ اور وسعت کے ساتھ ان کے خطوط میں بھی جھلکتی ہے۔ ان کے خطوط کی اہم خصوصیت ان کا اسلوبِ بیان اور زبان ہے۔ ان کے خطوط بے ساختگی، بے تکلفی، طنز و مزاح اور تازگی و شوخی کے عناصر سے بھرپور ہیں۔ ان کی زبان سادہ، پُرکار اور جوش و ولولہ سے لبریز ہے۔ جس میں کہیں کہیں مشکل الفاظ و تراکیب بھی آتی ہیں لیکن وہ بھی غالب کی علمیت، ظرافت اور جدت پسندی کی جھلک کے طور پر۔ ان کے خطوط کی زبان و بیان کی روانی بے مثال ہے۔ غالب ان میں اکثر و بیشتر مکالمہ اور قافیہ کا استعمال بھی کرتے ہیں لیکن اس سے تصنع کے بجائے بے ساختگی اور ظرافت کا اظہار ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ دو بے تکلف عالم فاضل دوست دنیا اور اس کے معاملات پر گہری نظر رکھنے والے آمنے سامنے بیٹھے آپس میں بات چیت کر رہے ہیں۔ جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں:

"میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے۔ ہزار کوس سے بزبانِ قلم باتیں کیا کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔"

لیکن اس بے تکلفی و سادگی کے باوجود ان کے خطوط میں علمی و ادبی شان پائی جاتی ہے۔ مرزا غالبؔ کے دو خط شاملِ کتاب ہیں جو علاء الدین احمد خان علائی (۱) اور مرزا ہر گوپال تفتہ (۲) کے نام ہیں۔

parho.pk

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ طلبہ کے علمی اور ادبی ذوق کی تربیت کرنا۔
- ☆ غالب کے خطوط سے غالب کا تاریخی مؤقف، سیاسی اور سماجی تبدیلیوں اور ثقافتی پہلوؤں کے بارے میں جاننا۔
- ☆ مکاتیب غالب کے توسط سے غالب کے ذہنی، فکری افق اور خیالات کو سمجھنا۔
- ☆ طلبہ کی تحریری اور تقریری صلاحیتوں میں اضافہ کرنا۔
- ☆ طلبہ کو بتانا کہ نثر نگاری میں غالب کے خطوط کو کس قدر اہمیت حاصل ہے اور یہ کہ غالب نے خطوط نویسی میں منفرد اسلوب کی بنیاد رکھی۔

خط نمبر 1
مکتوب بنام علاء الدین علائی

مشکل الفاظ کے معانی

نمبر 30 علاء الدین علائی: (مرزا غالب کے شاگرد) ثمر: (پھل، میوہ، نتیجہ، انجام، حاصل)، نَورس: (نیا پھل، تازہ میوہ، نیا آیا ہُوا)، ثمرِ نورس: (تازہ پکا ہُوا پھل مجازاً نوجوان اولاد)، نِہال: (تازہ لگایا ہوا پودا، پھل دار درخت، خوش حال)، نشوونما:

(پرورش پانا، پھلنا پھولنا)، ہوا خواہ: (خیرہ خواہ، بھلائی چاہنے والا)، سایہ نشیں: (سایہ میں بیٹھنے والا، مصاحب، شریکِ صحبت)، عزیز: (پیارا، دل پسند، دوست، رشتہ دار جمع اعِزّہ)، دیدوادید: (میل ملاقات)، صورت: (طریقہ، ڈھنگ، شکل، چہرہ)، دلی: (بھارت کا دارالحکومت)، لوہارو: (برطانوی راج کے صوبہ پنجاب میں ایک نوابی ریاست تھی۔ مجبور: (بے بس، لاچار)، معذور: (مجبور، ناچار، بے بس، اپاہج)، عذر: (بہانہ، ٹال مٹول)، زنہار: (ہرگز نہیں)، مسموع: (سنا گیا، قبول کیا گیا)، ماجرا: (سرگزشت، واقعہ، معاملہ، حادثہ)، عالم: (دنیا، کائنات، کیفیت، حالت)، عالمِ ارواح: (روحوں کا جہاں، وہ دنیا جہاں روحیں رہتی ہیں)، عالمِ آب و گل: (پانی اور مٹی کا جہاں مُراد: دنیا)، حاکم: (حکم کرنے والا، حکمران، مالک، آقا)، لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ: (ترجمہ: آج کس کی بادشاہی ہے؟)، لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ: (کسی کی نہیں) صرف خُدائے واحد وقہار کی)، ہرچند: (اگرچہ، کتنا ہی، بہتیرا)، قاعدہ: (دستور، رسم، رواج، قانون)، مجرم: (جس نے جرم کیا ہو، خطاکار، گناہ گار)، سزا پانا: (بُرائی کا بدلہ پانا، جرمانہ یا قید بھگتنا)، گناہ گار: (مجرم، خطادار)، رُوبکاری: (مقدمے کی پیشی)، واسطے: (واسطہ کی جمع، وجہ، خاطر، سبب)، حوالات: (قید، تحویل۔ وہ جگہ جہاں ملزم کو مقدمہ کا فیصلہ ہونے تک نظر بند رکھا جائے)، حبسِ دوام: (عمر قید)، صادر ہونا: (نافذ ہونا، جاری ہونا)، بیڑی: (وہ خاص وضع کی زنجیر جو قیدی یا ملزم کے پاؤں میں ڈالتے ہیں تاکہ بھاگ نہ جائے، یہاں مراد بیوی ہے)، زندان: (قید خانہ)، فکر: (پریشانی سوچ بچار)، مشقت: (محنت، ریاضت، جاں فشانی)، جیل خانہ: (قید خانہ، زندان)، بلادِ شرقیہ: (مشرقی ممالک/شہر)، پایانِ کار: (آخر کار، الغرض)، کلکتہ: (بھارت کا ایک مشہور شہر)، محبس: (قید خانہ، زندان)، قیدی: (اسیر، مقید، گرفتار، سزا یافتہ، مجرم)، گریزپا: (بھاگنے کے لیے تیار، گریزاں)، ہتھکڑی: (لوہے کا کڑا یا زنجیر جو مجرم کے ہاتھوں میں ڈالتے ہیں)، فگار: (زخمی، گھائل، عاجز)، زخم دار: (زخمی، مجروح، زخم خوردہ)، مشقت مقرری: (مقرر شدہ مشقت، طے شدہ دُکھ)، یک قلم: (یک لخت، فوراً)، زائل ہونا: (دور ہونا، معدوم ہونا)، بے حیا: (بہت ہی بے شرم، جس کے اندر حیا نہ ہو۔)، گزشتہ: (گزرا ہُوا، پچھلا، سابقہ، ماضی کا)، زاویہ زنداں: (قید خانے کے کونے میں)، مع: (ساتھ، ہمراہ، سمیت)

خط نمبر 31 میرٹھ: (بھارت کا ایک ضلع جو اتر پردیش میں واقع ہے)، مراد آباد: (بھارت کا ایک معروف شہر)، رام پور: (بھارت کی ریاست اتر پردیش کا ایک ضلع ہے)، عہد کرنا: (وعدہ کرنا، قول و اقرار کرنا)، رہائی: (قید سے چھٹکارا، نجات، آزادی، یہاں مراد موت ہے)، ضعیف: (ناتواں، کمزور، بوڑھا)، احتمال: (اندیشہ، امکان)، تقدیر: (اندازہ، قسمت، مقدر)، سوائے: (سوا، علاوہ، بجز)، نجات: (رہائی، چھٹکارا)، فرخ: (مبارک، خوش شکل، خوب صورت)، آں: (کسی بات کے اقرار کرنے کا کلمہ)، از: ("سے" کا ہم معنی، منبع، ملکیت)، خانۂ زنداں: (قید خانہ، جیل خانہ)، سوئے شہر: (شہر کی طرف، شہر کی سمت)، وادی: (نیچی زمین، گھاٹی، دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین)، ویران: (اُجڑا ہُوا، غیر آباد، بنجر، جس میں کھیتی باڑی نہ ہوتی ہو)

توضیحات

علاء الدین علائی: نواب علاء الدین علائی مرزا غالب کے باقاعدہ شاگرد تھے۔ غالب کو ان سے خاص اُنس تھا۔ رشتے میں غالب کی بیوی امراؤ بیگم کے بھتیجے تھے۔ علاء الدین علائی، نواب امین الدین خاں علائی والیِ ریاست لوہارو کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے بعد وہ ریاست لوہارو کے وارث بھی تھے۔ وہ اردو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔

دلی: بھارت کا دارالحکومت ہے۔ دہلی دراصل دہلیز کا مخفف ہے یعنی ہندستان کے دروازے کی چوکھٹ، جسے فاتحین کے لیے عبور کرنا ضروری تھا۔ جو بھی ہندوستان پر حملہ کرتا وہ سب سے پہلے دہلی ہی کو اجاڑتا تھا۔ بعد ازاں اسے دلی کہا جانے لگا۔ انگریزوں نے بھی 1857ء میں جب ہندوستان پر قبضہ کیا تو دلی میں خوب قتل و غارت کی۔

لوہارو: برطانوی راج کے صوبہ پنجاب میں ایک نوابی ریاست تھی۔ اس کا رقبہ 222 مربع میل کے علاقے 570 مربع کلومیٹر تھا۔ 1901 میں ریاست کی آبادی 15229 افراد پر مشتمل تھی۔ خاندان لوہارو سے غالب کی رشتہ داری تھی، غالب کی بیوی امراؤ بیگم نواب امین الدین کی چچیری بہن تھیں۔

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ :ترجمہ: آج کس کی بادشاہی ہے؟

لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار: (کسی کی نہیں) صرف خُدائے واحد وقہار کی۔

حوالات: قید، تحویل۔ وہ جگہ جہاں ملزم کو مقدمہ کا فیصلہ ہونے تک نظر بند رکھا جائے۔

بیڑی: وہ خاص وضع کی زنجیر جو قیدی یا ملزم کے پاؤں میں ڈالتے ہیں تا کہ بھاگ نہ جائے۔

کلکتہ: کلکتہ بھارت کی ریاست مغربی بنگال کا دارالحکومت ہے جو دریائے ہوگلی کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ یہ مشرقی بھارت کا اہم تجارتی، ثقافتی اور تعلیمی مرکز ہے۔ کلکتہ بندر گاہ بھارت کی قدیم ترین اور واحد اہم دریائی بندر گاہ ہے۔

میرٹھ: بھارت کا ایک ضلع جو اتر پردیش میں واقع ہے۔

مُرادآباد: بھارتی ریاست اتر پردیش کا ایک تاریخی اور صنعت وحرفت کے نقطہ نظر سے اہم شہر ہے۔ مُرادآباد گنگا ندی کے کنارے آباد ہے۔

رام پور: بھارت کی ریاست اتر پردیش کا ایک ضلع ہے۔

تقدیر: لغت کے اعتبار سے ''اندازہ'' کرنے کو کہتے ہیں، جب کہ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے تقدیر اللہ تعالیٰ کے اس علم اور فیصلہ کو کہتے ہیں جو اس کائنات اور اس کی تمام مخلوقات کے بارے میں اس کے وجود میں آنے سے پہلے طے کیا جا چکا ہے۔

خط نمبر 2

مکتوب بنام مرزا ہر گوپال تفتہ

مشکل الفاظ کے معانی

parho.pk

نمبر 31 مسودہ (وہ تحریر جس میں اصلاح کی گنجائش ہو) اصلاح (درستی) قصائد (تعریفی اشعار، کسی کی تعریف میں لکھی ہوئی نظم) میرا مکان گھر کا نہیں ہے (میرا ذاتی گھر نہیں ہے) مینہ (بارش، برسات) بالا خانہ (چوبارہ، دوسری منزل، بالائی منزل) دالان (بڑا کمرا، کھلا کمرا) محل ہے (جگہ ہے) چھت چھلنی ہوگئی (چھت بوسیدہ ہو کر ٹپکنے لگی) لگن (پیتل یا تانبے کی پرات جس میں عموماً آٹا گوندھا جاتا تھا) چلمچی (منہ ہاتھ دھونے کا برتن) اگال دان (پان کی پیک کا برتن، تھوک دان) توشہ خانہ (سٹور، وہ جگہ جہاں سامانِ خانہ داری رہتا ہے) متوجہ نہیں (توجہ نہیں دے رہا) کشتی نوح (حضرت نوحؑ کی بنائی گئی کشتی جس میں وقتِ طوفان مومنین نے پناہ حاصل کی)، احسن اللہ خان (بہادر شاہ ظفر کے طبیب خاص)

نمبر 32 معالج (طبیب، علاج کرنے والا) فصد (نشتر لگا کر رگ سے خون نکالنا، یہ طریقہ اُس وقت استعمال کیا جاتا جب خون گندا ہو جاتا) جونک (ایک انسان دوست پیراسائٹ (PARASITE) جو گندا خون نکالنے کے لیے استعمال ہوتی ہے) مسہل (قبض دور کرنے والی دوا، دست لگانے کی دوا) ناتواں (کمزور) صاحبِ فراش (وہ بیمار جو بستر سے نہ اُٹھ سکے) تکلف (بناوٹ، تکلیف اٹھا کر کوئی کام کرنا)

توضیحات

خط نمبر 2

توشہ خانہ: وہ جگہ جہاں سامانِ خانہ داری رہتا ہے۔ وہ مکان جہاں امیروں کے لباس، پوشاک اور زیورات وغیرہ جمع رہتے ہیں۔

فصد: نشتر لگا کر رگ سے خون نکالنا، یہ طریقہ اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب خون گندا ہو جاتا ہے۔

جونک: ایک انسان دوست پیراسائٹ (PARASITE) جو گندا خون نکالنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

کشتی نوحؑ: حضرت نوحؑ کی کشتی، حضرت نوحؑ کی بد دعا سے دنیا میں پانی کا طوفان آیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو ہدایت کی تھی کہ ایک کشتی بنائیں۔ جب طوفان آئے تو اپنے بیوی بچوں اور ایمان دار لوگوں سمیت اس کشتی میں بیٹھ جائیں۔ جب طوفان آیا تب ساری دنیا غرق ہوگئی، لیکن نوحؑ کی کشتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ: جہانگیر آباد کے جاگیردار، اُردو فارسی کے باذوق شاعر اور نقاد تھے۔ انھوں نے ہی الطاف حسین حالی کو مرزا غالب سے متعارف کروایا تھا۔ دہلی میں ایک بہت بڑی لائبریری ان کی ملکیت تھی، جسے 1857ء میں باغیوں نے لوٹا اور آگ لگا دی تھی۔ انگریزوں نے بغاوت کے شبہ میں 7 سال قید سنائی لیکن ہندوستان کے نامور عالم نواب صدیق حسن خان کی سفارش سے ان کا "جرم" معاف ہوگیا اور پنشن مقرر ہوئی۔

میر بادشاہ: پیشے کے لحاظ سے جج تھے اور دہلی کے رہنے والے تھے۔ غالب کے واقف کار تھے۔ مرزا ہر گوپال تفتہ نے ان کا تعارف غالب سے کرایا تھا۔

میر قاسم علی: میر قاسم علی مرزا غالب کے واقف کار تھے اور پیشے کے لحاظ سے جج تھے۔

احسن اللہ خاں: دہلی کے معروف حکیم اور بہادر شاہ ظفر کے طبیبِ خاص تھے۔ انھیں علم و ادب سے خاص شغف تھا۔ 1857ء میں انگریزوں کے جاسوس ہونے کے شبہے میں ان کے مکان کو آگ لگا دی گئی تھی۔

نواب صاحب: رام پور کے نواب یوسف علی خان ناظم جو اپنی شاعری پر غالب سے اصلاح لیتے تھے۔

مرزا ہر گوپال تفتہ: مرزا تفتہ سکندر آباد ضلع بلند شہر کے رہنے والے تھے۔ مرزا تفتہ فارسی کے اہم شاعر اور غالب کے چہیتے شاگرد تھے۔ مرزا غالب کے سب سے زیادہ خطوط انھی کے نام ہیں، جن کی تعداد تقریباً 123 ہے۔

اہم عبارات کی تشریح

نوٹ: (جو طلبہ ہر عبارت کا الگ الگ سیاق و سباق نہیں لکھ سکتے، وہ اس سبق کی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل درج ذیل اجمالی سیاق و سباق لکھ سکتے ہیں۔)

سیاق و سباق

مرزا غالب علاء الدین کو لکھتے ہیں کہ ملاقات کی دو ہی صورتیں ہیں کہ تم دلی آؤ یا میں لوہارو آ کر تم سے ملوں لیکن یہ دونوں صورتیں محال ہیں۔ میری حالت یہ ہے کہ میں عالمِ ارواح کا گناہ گار 1212ھ میں سزا کے لیے دنیا میں بھیجا گیا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال کر دلی کو زندان مقرر کر کے قید کر دیا گیا۔ فکرِ نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔ جیل سے بھاگنے کی کوشش کی تو کلکتہ سے پکڑا گیا۔ دو ہتھکڑیاں بڑھا دی گئیں۔ گزشتہ سال ہتھکڑیوں سمیت بھاگا اور میرٹھ، مراد آباد گیا اور رام پور سے پھر پکڑا گیا۔ اب بھاگنے کی طاقت نہیں۔ امید ہے اسی سال قید سے چھوٹ کر سیدھا عالمِ ارواح کو چلا جاؤں گا۔

عبارت نمبر 1

تم تو ثمرِ نورس ہو، اس نہال کے جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے اور مَیں ہوا خواہ و سایہ نشین اس نہال کا رہا ہوں، کیوں کر تم مجھ کو عزیز نہ ہو گے؟ رہی دید وادید، اس کی دو صورتیں ہیں: تم دلی میں آؤ یا میں لوہارو آؤں۔ تم مجبور مَیں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ہو جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور ماجرا کیا ہے؟

سنو! عالم دو ہیں: ایک عالمِ ارواح اور ایک عالمِ آب و گل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے۔"

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور پھر آپ جواب دیتا ہے: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

سیاق و سباق

یہ خط کی پہلی عبارت ہے جس میں مصنف مکتوب الیہ سے اپنا تعلق واضح کر رہے ہیں۔ تشریح طلب عبارت کے بعد غالب کہتے ہیں کہ وہ عالمِ ارواح کے گناہ گار ہیں اور دنیا میں سزا کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اپنی پیدائش اور شادی کے بارے میں ایسے بتاتے ہیں جیسے کسی مجرم کے ساتھ معاملہ کیا گیا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جیل سے بھاگا، پکڑا گیا اور قید میں سختی کر دی گئی۔ پھر اپنے میرٹھ، رام پور اور مراد آباد کے سفر کا بتاتے ہیں۔ آخر میں اپنی رہائی یعنی موت کے بارے میں بتاتے ہیں کہ اسی سال متوقع ہے۔

تشریح

مرزا اسد اللہ خاں غالب اردو اور فارسی زبان کے معروف شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنے دوستوں کو خطوط بھی لکھے جو شگفتہ نثر کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے خطوط بے تکلفی اور لطافت سے بھرپور ہیں۔ ان کے اندازِ تحریر میں سادگی، دل کشی اور ادبی حسن نمایاں ہے۔ ان کے خطوط میں سماجی معاملات اور ذاتی تجربات کا خوب صورت عکس ملتا ہے۔

تشریح طلب اقتباس غالب کے اس خط سے لیا گیا ہے جو انھوں نے علاء الدین علائی کے نام لکھا تھا۔ علاء الدین علائی مرزا غالب کے باقاعدہ شاگرد تھے۔ غالب کو ان سے خاص انس تھا۔ علاء الدین علائی، نواب امین الدین خاں علائی والئی ریاست لوہارو کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے بعد وہ ریاست لوہارو کے وارث بھی تھے۔ وہ اردو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ لوہارو برطانوی دورِ حکومت میں پنجاب کی ایک ریاست تھی۔ اس کے حکمران نواب کہلاتے تھے۔ علاء الدین خاں علائی اس ریاست کے چوتھے نواب تھے۔ جس زمانے میں غالب نے یہ خط لکھا تھا اس وقت ریاست لوہارو کے والی، امین الدین خاں علائی تھے۔ امین الدین خاں علائی کے انگریز وائسرائے کے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی جسے انگریز غدر کا نام دیتے ہیں، کے بعد دہلی پر انگریزوں نے مسلمانوں پر جو ظلم وستم ڈھائے اس سے مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔ ریاست لوہارو میں بھی عوام نے نواب امین الدین کے خلاف بغاوت کی کوشش کی لیکن نواب نے اس پر قابو پالیا۔ حالات کو دیکھتے ہوئے نواب علاء الدین علائی کے والد نے انھیں دلی جانے سے روک دیا۔ دلی تباہ ہوئی اور مسلمانوں کو شہر بدر کردیا گیا۔ غالب کے ملنے جلنے والے سب دلی سے چلے گئے۔ غالب اپنے دوستوں کے ساتھ صرف خطوط کے ذریعے ملاقات کرسکتے تھے۔ علاء الدین خان علائی غالب کے ہونہار اور عزیز شاگردوں میں سے تھے۔ انھوں نے غالب کی نگرانی میں تعلیم پائی تھی۔ غالب نے انھیں سند سے نوازا تھا اور اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ غالب انھیں اپنا خلیفہ بھی کہتے تھے۔

تشریح طلب عبارت میں غالب اپنے شاگرد علاء الدین خاں علائی سے اپنے تعلق کی نوعیت اور گہرائی کا اظہار کررہے ہیں۔ غالب علاء الدین خان علائی کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ تمھارے والد امین الدین خان علائی ایک ایسے درخت کی مانند ہیں کہ جن کے پھل اور سائے سے میں نے فیض پایا ہے۔ تم اس درخت کے تازہ پھل ہو۔ تم نے میری آنکھوں کے سامنے نشوونما پائی ہے یعنی تمھاری تعلیم وتربیت میری نگرانی میں ہوئی ہے۔ اس لیے تم مجھے بہت عزیز ہو۔ تم سے میرا دوہرا تعلق ہے۔ ایک تو تمھارے آباؤ اجداد کی وجہ سے جو ہمیشہ مجھ پر مہربان رہے ہیں۔ دوسرا اس وجہ سے کہ تم میرے عزیز شاگرد رہے ہو۔ اس دلی تعلق کی وجہ سے میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ ملاقات کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ تم لوہارو سے سفر کرکے دلّی آؤ اور مجھ سے ملو۔ ملاقات کی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ میں دلی سے سفر کرکے لوہارو آؤں اور وہاں تم سے مل کر اطمینان حاصل کروں۔ لیکن یہ دونوں صورتیں ناممکن نظر آتی ہیں۔ تمھارا دلی آنا اس لیے ناممکن ہے کہ دلی کے حالات اور خود ریاست لوہارو کے حالات اجازت نہیں دیتے کہ تم اپنی ریاست چھوڑ کر نکلو۔ اس لیے تم سیاسی اور خاندانی معاملات کی وجہ سے مجبور ہو۔ غالب کہتے ہیں کہ میں دلی چھوڑ کر لوہارو نہیں آسکتا کیوں کہ میری صحت اور عمر سفر کی اجازت نہیں دیتی۔

مضمحل ہوگئے قویٰ غالبؔ وہ عناصر میں اعتدال کہاں (غالبؔ)

مرزا غالب مرزا ہرگوپال تفتہ کو لکھتے ہیں:

"میں ناتواں بہت ہوگیا ہوں، گویا صاحبِ فراش ہوں۔ لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں، لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہوں۔"

اس لیے میں سفر سے معذور ہوں۔ چناں چہ ملاقات کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں خواہ مخواہ معذوری کا اظہار کررہا ہوں۔ میں تمھاری مجبوری کو سمجھتا ہوں اس لیے مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری مجبوری کو بھی سمجھو اور مجھ پر یقین کرو۔ میرے عذر کی حقیقت کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور میرا ماجرا کیا ہے؟ اب میرا حال غور سے سنو اور سمجھو۔ بات یہ ہے کہ عالم یعنی جہان دو ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ایک عالمِ ارواح ہے

جہاں تمام انسانوں کی ارواح جمع تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو دنیا میں بھیجنے سے قبل ان کی ارواح کو جمع کر کے اپنی اطاعت و بندگی کا عہد لیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ رسولوں پر ایمان اور محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر ایمان کا عہد و پیمان لیا تھا۔ خدا نے جب تمام ارواح سے بطور گواہی پوچھا تھا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان ہو کر اقرار کیا تھا کہ کیوں نہیں، بے شک آپ ہی ہمارے رب اور آقا و مالک ہیں۔ قرآن میں سورہ اعراف آیت 172 میں اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے:

ترجمہ: **"جب تمھارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور انھیں خود ان پر گواہ ٹھہرایا تھا اور پھر اس نے پوچھا تھا کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب میں کہا: کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ عہد ہم نے اس لیے لیا کہ قیامت کے دن کہیں تم یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو بے خبر رہے۔" (سورہ اعراف:172)**

چوں کہ دنیا امتحان کے لیے ہے اس لیے دنیا میں انسان کو بھیجنے کے بعد اس واقعہ کی یاد انسان کے حافظہ سے مٹا دی گئی۔ البتہ اس کے باطن میں اس کا احساس اور حقیقت پیوست ہے۔ جس طرح بچہ ماں کی طرف لپکتا ہے اسی طرح انسان اپنے خالق کی جانب لپکتا ہے، جیسے وہ اسے پہلے سے جانتا تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی ارواح کو لشکر کی صورت میں جمع کر رکھا تھا۔ اس لیے وہ روحیں جو عالمِ ارواح میں اکٹھی تھیں وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے کے لیے کشش محسوس کرتی ہیں۔

دوسرا عالم، آب و گل کا جہان ہے۔ یعنی یہ جہان جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں۔ عالمِ ارواح سے روحیں مادی جسم میں اس جہانِ آب و گل یعنی مادی جہان میں آتی ہیں۔ ان دونوں جہانوں کا خالق اور مالک ایک یعنی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ خود فرماتا ہے:

لِمَنِ الملک الیوم

ترجمہ: آج کس کی بادشاہی ہے؟

پھر وہ خود جواب دیتا ہے۔

للہِ الواحد القہار

ترجمہ: ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔

اس سے سے واضح ہوتا ہے کہ عالمِ ارواح ہو یا عالمِ آب وگل، ہر جگہ اسی کی بادشاہی ہے اور وہی ہر جہان کا مالک ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الحمد للہِ رب العالمین

ترجمہ: **تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔**

عبارت نمبر 2

ہر چند قاعدۂ عام یہ ہے کہ عالمِ آب و گل کے مجرم، عالمِ ارواح میں سزا پاتے ہیں، لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالمِ ارواح کے گناہ گار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں۔ چناں چہ مَیں آٹھویں رجب ۱۲۱۲ھ میں رُوبکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا۔ تیرہ برس حوالات میں رہا۔ ۷ رجب ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکمِ حبسِ دوام صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلی شہر کو زنداں مقرر کیا اور مجھے اس زنداں میں ڈال دیا۔

سیاق و سباق

یہ عبارت خط کے ابتدائی حصے سے لی گئی ہے۔ تشریح طلب عبارت سے پہلے غالب علاء الدین علائی کے ساتھ اپنے تعلق کی وضاحت کرتے ہیں۔ تشریح طلب عبارت کے بعد کہتے ہیں کہ چوں کہ وہ عالمِ ارواح کے گناہ گار ہیں۔ اور اس دنیا میں سزا کے واسطے بھیجے گئے ہیں اس لیے دلی کے قید خانے میں فکرِ نظم و نثر کو ان کے لیے مشقت ٹھہرایا ہے۔ کئی سال بعد وہ جیل سے بھاگے لیکن کلکتہ سے پکڑے

parho.pk

گئے۔ دو ہتھکڑیاں اور بڑھا دی گئیں۔ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ گزشتہ سال فرار ہو کر میرٹھ، مراد آباد اور رام پور گئے اور دوبارہ گرفتار ہو گئے۔ اب بھاگنے کی طاقت نہیں۔ رہائی یعنی موت کا انتظار ہے جو اِسی سال متوقع ہے۔ بعدِ نجات سیدھا عالمِ ارواح کو جانے کا ارادہ ہے۔

تشریح

مرزا اسد اللہ خاں غالب اردو اور فارسی زبان کے معروف شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنے دوستوں کو خطوط بھی لکھے جو شگفتہ نثر کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے خطوط بے تکلفی اور لطافت سے بھرپور ہیں۔ ان کے اندازِ تحریر میں سادگی، دل کشی اور ادبی حسن نمایاں ہے۔ ان کے خطوط میں سماجی معاملات اور ذاتی تجربات کا خوب صورت عکس ملتا ہے۔

تشریح طلب اقتباس غالب کے اس خط سے لیا گیا ہے جو انھوں نے علاء الدین علائی کے نام لکھا تھا۔ علاء الدین علائی مرزا غالب کے باقاعدہ شاگرد تھے۔ غالب کو ان سے خاص انس تھا۔ علاء الدین علائی، نواب امین الدین خاں علائی والئی ریاست لوہارو کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے بعد وہ ریاست لوہارو کے وارث بھی تھے۔ وہ اردو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔

تشریح طلب عبارت میں غالب اپنے حالاتِ زندگی سے آگاہ کر رہے ہیں۔ ان کا انداز یہ بتاتا ہے کہ وہ دنیا کو ایک قید خانہ اور خود کو ایک قیدی کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عالم دو ہیں، ایک عالمِ ارواح اور دوسرا عالمِ آب و گل۔ آدمی عالمِ ارواح سے عالمِ آب و گل یعنی اس مادی جہان میں آتا ہے۔ اس دنیا میں زندگی گزار کر وہ دوبارہ عالمِ ارواح میں چلا جاتا ہے۔ اس دنیا میں وہ جو عمل کرتا ہے، اس کا نتیجہ اسے اگلے جہان میں ملتا ہے، یعنی آدمی اس جہان میں جو جرم کرتا ہے اس کی سزا عالمِ ارواح میں پاتا ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے قاعدۂ عام یہی ہے۔ لیکن غالب کہتے ہیں کہ ان کے معاملے میں یہ قاعدہ الٹ ہو گیا ہے۔ عالمِ ارواح کے گناہ گار کو سزا دینے کے لیے اس دنیا میں بھیج دیا گیا۔ قاعدۂ عام یہ ہے کہ دنیا کے گناہ گاروں کو عالمِ ارواح میں سزا ملے گی لیکن میرے معاملے میں یہ ہوا ہے کہ مجھے سزا کے طور پر زندگی دی ہے اور اس دنیا کی تکلیفیں سہنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

غالب اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں کہ:

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج ۔۔۔ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

غالب کہتے ہیں کہ جس طرح مجرم عدالت میں پیش ہو کر اپنے مقدمے کا سامنا کرتا ہے، اسی طرح مجھے بھی مقدمے کی پیشی کے لیے آٹھ رجب 1212ھ میں دنیا میں بھیجا گیا۔ دنیا میں تیرہ برس میرا مقدمہ چلتا رہا اور میں حوالات میں رہا۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ملزم جب تک اپنے مقدمے کا سامنا کرتا ہے، حوالات میں بند رہتا ہے۔ عدالت میں مقدمے کی تکمیل پر اسے رہائی مل جاتی ہے یا مجرم بنا کر سزا دی جاتی ہے۔ چناں چہ میرا مقدمہ چلتا رہا اور میں تیرہ برس تک حوالات میں رہا۔ آخر سات رجب 1225ھ میں میرے مقدمے کا فیصلہ ہوا اور مجھے عمر قید کی سزا ملی۔ مجھے قابو کرنے کے لیے ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی۔ دلّی شہر کو میرے لیے قید خانہ مقرر کیا اور میری عمر قید کا آغاز ہوا۔

تشریح طلب عبارت میں غالب دراصل یہ بتا رہے ہیں کہ وہ آٹھ رجب 1212ھ میں پیدا ہوئے اور تیرہ برس کی عمر میں سات رجب 1225ھ میں ان کی شادی ہوئی۔ شادی کو وہ عمر قید سمجھتے ہیں اور بیوی کو پاؤں کی بیڑی قرار دے رہے ہیں۔ دلّی کو وہ اپنے لیے قید خانہ تصور کرتے ہیں۔

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں ۔۔۔ موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

غالب آزاد منش، درویش صفت انسان تھے۔ ان کے مالی حالات اچھے نہیں تھے لیکن ان کا مزاج شاہانہ تھا۔ اس لیے وہ شادی کی ذمہ داریوں کو عمر قید سمجھتے تھے۔ ان کی کوئی اولاد زندہ نہ بچی تھی، اس لیے وہ اپنی بیوی کے غم خوار بھی تھے۔ یہ ذمہ داری بھی انھیں پاؤں کی بیڑی کی طرح محسوس ہوتی تھی کیوں کہ وہ بیوی کو چھوڑ کر کہیں جا بھی نہیں سکتے تھے۔

اس عبارت میں غالب نے ایک انوکھے اور دل چسپ انداز میں اپنی ابتدائی زندگی کے حالات بیان کیے ہیں۔

عبارت نمبر 3

فکرِ نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد جیل خانے سے بھاگا۔ تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایانِ کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اسی محبس میں بٹھا دیا۔ جب دیکھا کہ قیدی گریز پا ہے، دو ہتھکڑیاں اور بڑھا دیں۔ پاؤں بیڑی سے فِگار، ہاتھ ہتھکڑیوں سے زخم دار، مشقتِ مقرری اور مشکل ہوگئی۔ طاقت یک قلم زائل ہوگئی۔ بے حیا ہوں۔ سالِ گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان میں چھوڑ مع دونوں ہتھکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ، مراد آباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں گا کیا؟ بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی۔ حکمِ رہائی دیکھیے کب صادر ہو۔ ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اسی ماہِ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ میں چھوٹ جاؤں گا۔ بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا۔ میں بھی بعدِ نجات سیدھا عالمِ ارواح کو چلا جاؤں گا۔

فرخ آں روز کہ ازخانہ برروم
سُوئے شہرِ خود ازیں وادی ویراں بروم

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت خط کی آخری عبارت ہے۔ اس سے پہلے بتایا گیا ہے کہ غالب علاء الدین خان علائی کو اپنے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں عالمِ ارواح کا گناہ گار ہوں اور دنیا میں سزا کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ 1212ھ میں روبکاری کے واسطے آئے اور تیرہ سال حوالات میں رہے۔ 1225ء میں حکم حبسِ دوام ہوا اور دلی کو زنداں مقرر کر کے نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔

تشریح

مرزا اسد اللہ خاں غالب اردو اور فارسی زبان کے معروف شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنے دوستوں کو خطوط بھی لکھے جو شگفتہ نثر کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے خطوط بے تکلفی اور لطافت سے بھرپور ہیں۔ ان کے اندازِ تحریر میں سادگی، دل کشی اور ادبی حسن نمایاں ہے۔ ان کے خطوط میں سماجی معاملات اور ذاتی تجربات کا خوب صورت عکس ملتا ہے۔

تشریح طلب اقتباس غالب کے اس خط سے لیا گیا ہے جو انھوں نے علاء الدین علائی کے نام لکھا تھا۔ علاء الدین علائی مرزا غالب کے باقاعدہ شاگرد تھے۔ غالب کو ان سے خاص انس تھا۔ علاء الدین علائی، نواب امین الدین خاں علائی والئی ریاست لوہارو کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے بعد وہ ریاست لوہارو کے وارث بھی تھے۔ وہ اردو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔

تشریح طلب عبارت میں غالب اپنی زندگی کے حالات سے آگاہ کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تیرہ برس کی عمر میں ان کی شادی ہوگئی گویا ان کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر عمر قید کی سزا دی گئی۔ دلّی کو ان کے لیے قید خانہ مقرر کیا گیا اور مشقت کے طور پر نظم و نثر لکھنا مقرر ہوا۔ بعض مجرموں کو ان کے جرم کی سنگینی کے مطابق قید بامشقت کی سزا ملتی ہے۔ قید بامشقت کا مطلب ہے کہ قید خانے میں اس سے مشقت طلب یا مشکل کام لیے جاتے ہیں جو اس کی سزا کا حصہ ہوتے ہیں۔ غالب کو عمر قید ہوئی اور قید خانے میں نظم و نثر لکھنا مشقت کے طور پر سزا کا حصہ بنا دیا گیا۔

وہ کہتے ہیں کہ کئی سال تک وہ قید اور مشقت برداشت کرتے رہے۔ پھر ان کو موقع ملا تو جیل خانے سے بھاگ نکلے۔ آخر کار سرکاری کارندے انھیں کلکتہ سے پکڑ لائے اور دوبارہ جیل میں ڈال دیا۔ یہاں غالب اپنے اس سفر کا ذکر کر رہے ہیں جو انھوں نے پنشن کی بحالی کے لیے کیا تھا۔ جو ان کے چچا کی وفات کے بعد انگریز حکومت سے ملتی تھی۔ غالب نے انگریز دربار میں پنشن کی بحالی کی درخواست کی لیکن پنشن بحال نہ ہو سکی۔ غالب مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے دہلی سے کلکتہ پہنچے تھے۔ راستے میں انھوں نے بنارس اور پٹنہ میں بھی قیام کیا تھا۔ دراصل وہ دہلی کو مستقل طور پر چھوڑنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ دہلی میں ان کی قدر نہیں ہوئی۔ وہ فارسی کے اچھے شاعر تھے اور چاہتے تھے کہ ہندوستان کے مشرقی علاقوں میں ان کی سخن وری کی قدر ہو۔ بدقسمتی سے دہلی چھوڑ کر جانے کے بعد دوسرے علاقوں میں انھیں وہ پزیرائی نہ ملی جس کی انھیں توقع تھی۔ چناں چہ تین سال بعد وہ کلکتہ سے

واپس دلی آگئے۔ مرزا غالبؔ اپنے ایک شعر میں کلکتہ کا تذکرہ کچھ یوں کرتے ہیں:

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں — اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے — (مرزا غالب)

وہ کہتے ہیں کہ انھیں دوبارہ قید کر کے ان کی دو ہتھکڑیاں بڑھا دیں تا کہ قید میں سختی کی جا سکے۔ یہاں ہتھکڑیوں سے مراد غالب کے لے پالک بیٹے زین العابدین خاں عارف کے دو بچے باقر علی خان اور حسن علی خان ہیں۔ غالب کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کا لے پالک بیٹا تھا جو ان کی بیوی کا بھانجا تھا۔ اس کے دو بچے تھے۔ عارف جوانی میں فوت ہو گیا اور اس کے بچوں کی پرورش کی ذمہ داری غالب پر آ گئی۔ اس لیے غالبؔ ان دو بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کو دو ہتھکڑیاں قرار دے رہے ہیں۔ غالب کے مالی اور معاشی حالات پہلے ہی بہت خراب تھے۔ انھیں اپنی ناقدری کا احساس بھی تنگ کرتا تھا۔ بلادِ شرقیہ کے سفر سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا تھا اس لیے وہ سخت مایوس ہو گئے تھے۔ غالب اپنے میرٹھ، مراد آباد اور رام پور کے سفر کے بارے میں بتاتے ہیں۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد ان کے مالی حالات بہت زیادہ خراب ہو گئے تھے۔ مغل دربار کے خاتمے کے بعد ان کے روزگار کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ انھیں اپنے وظیفے کی بحالی اور کسی سرپرست کی تلاش تھی جو ان کی مالی مدد کر سکتا۔ چناں چہ وہ میرٹھ اور مراد آباد میں اپنے دوستوں اور شاگردوں سے ملاقاتیں کر کے رام پور پہنچے۔ رام پور کے نواب یوسف علی خان ادب دوست تھے اور شاعروں کی سرپرستی کرتے تھے۔ انھوں نے غالب کو ایک معقول ماہانہ وظیفہ دینا شروع کر دیا، جس سے ان کی گزر بسر میں بہتری آ گئی تھی۔ ان کو ان علاقوں میں پزیرائی بھی ملی تھی لیکن انھیں دہلی کی یاد ستانے لگی اور وہ واپس آ گئے۔ واپس آ کر ان کا دہلی دوبارہ چھوڑنے کو جی نہ چاہا۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بقول غالبؔ:

ہاں یہی شاہراہِ دہلی ہے — مطبعِ بادشاہ دہلی ہے

اور بقول ابراہیم ذوقؔ:

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن — کون جائے ذوقؔ پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

خط کے آخر میں وہ کہتے ہیں کہ اب اسی سال قید سے رہائی ملنے کا امکان ہے۔ حکمِ رہائی ملنے سے مراد مرنا ہے۔ یعنی زندگی کی قید سے رہائی ملنے والی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد یعنی رہائی کے بعد وہ سیدھے اپنے گھر، عالمِ ارواح کو چلے جائیں گے۔ خط کے آخر میں غالبؔ نے اپنی بات کی وضاحت کے لیے فارسی کا ایک شعر تحریر کیا ہے۔ جس کا مطلب کچھ یوں ہے:

"میرے لیے وہ دن کس قدر خوش قسمتی کا حامل ہو گا جس دن میں اس قید خانے (دنیا) سے یعنی اس ویران وادی سے اپنے (ہنستے بستے) شہر (عالمِ ارواح) کی طرف جاؤں گا۔"

اس عبارت میں غالب نے اپنے حالاتِ زندگی اس طرح بیان کیے ہیں گویا وہ ایک قیدی ہیں۔ یہ غالب کا خوب صورت اور انوکھا انداز ہے جس سے انھوں نے زندگی کی تلخیوں کا ذکر کیا ہے۔

دوسرا خط

نوٹ: (جو طلبہ ہر عبارت کا الگ الگ سیاق و سباق نہیں لکھ سکتے، وہ اس خط کی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل درج ذیل اجمالی سیاق و سباق لکھ سکتے ہیں۔)

سیاق و سباق

غالب اپنے شاگرد ہر گوپال تفتہ کو لکھتے ہیں کہ تمھارے قصائد کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں کے مسودات اصلاح کے لیے پڑے ہیں۔ لیکن برسات کی وجہ سے کسی کا مسودہ نہیں دیکھ سکا۔ میرا گھر کرایہ کا ہے جس کی چھت جگہ جگہ سے ٹپک رہی ہے، اس لیے میں نے پڑھنے لکھنے کا سامان توشہ خانہ میں رکھوا دیا ہے۔ آخر میں غالب میر بادشاہ، میر قاسم علی اور نواب مصطفیٰ خان کی خیریت سے مطلع کرتے ہیں اور اپنے بارے میں بتاتے ہیں کہ خرابیٔ صحت کی وجہ سے میں لیٹے لیٹے خط لکھتے ہیں۔

عبارت نمبر 1

تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں، مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمھارے ہی قصائد پڑے ہیں۔ نواب صاحب

کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں۔ برسات کا حال تمھیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے کرائے کی حویلی میں رہتا ہوں۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا۔ شہر میں سیکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت، دن رات میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہ نکلیں۔ بالا خانے کا جو دالان میرے اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، جینے مرنے کا محل ہے، اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہوگئی۔ کہیں لگن، کہیں چلمچی، کہیں اُگالدان رکھ دیا۔ قلم دان، کتابیں اٹھا کر توشے خانے کی کوٹھڑی میں رکھ دیے۔ مالک مرمت کی طرف متوجہ نہیں۔ کشتی نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی۔ نواب صاحب کی غزلیں اور تمھارے قصائد دیکھے جائیں گے۔

سیاق وسباق

تشریح طلب اقتباس اُردو کی درسی کتاب کے سبق ''مکتوباتِ غالب'' سے لیا گیا ہے، جو مصنف کی مشہور زمانہ مرتب کردہ کتاب ''خطوطِ غالب مرتبہ مولانا غلام رسول مہر'' سے منتخب کیا گیا ہے۔ تشریح طلب اقتباس درسی کتاب کے سبق کے خط نمبر دو کے (آغاز۔ درمیان۔ اختتام) سے لیا گیا ہے۔ سبق میں تشریح طلب عبارت سے پہلے اور بعد کے مقامات پر مصنف بتاتے ہیں کہ ہرگوپال تفتہ مرزا غالب سے شکوہ کرتے ہیں کہ ان کے مسودے نہیں دیکھے گئے۔ مرزا غالب نے بارشوں کے طویل سلسلے کا ذکر کیا ہے اور گھر کا نقشہ ایسا کھینچا ہے کہ بارش کا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا ہے۔ پھر میر بادشاہ، میر قاسم علی اور نواب مصطفیٰ خان کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ صحت خراب ہونے کی وجہ سے لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں۔

تشریح

مرزا اسداللہ خاں غالب اردو اور فارسی زبان کے معروف شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنے دوستوں کو خطوط بھی لکھے جو شگفتہ نثر کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے خطوط بے تکلفی اور لطافت سے بھرپور ہیں۔ ان کے اندازِ تحریر میں سادگی، دل کشی اور ادبی حسن نمایاں ہے۔ ان کے خطوط میں سماجی معاملات اور ذاتی تجربات کا خوب صورت عکس ملتا ہے۔

تشریح طلب عبارت میں غالب نے اپنے دوست اور شاگرد مرزا ہرگوپال تفتہ کے خط کا جواب دیا ہے۔ مرزا تفتہ نے غالب کے پاس اصلاح و درستی کی خاطر قصائد کا مسودہ بھجوایا تھا۔ لیکن غالب اپنی مصروفیات اور مسلسل برسات کی وجہ سے اصلاح کر کے نہ بھجوا سکے۔ جس کی وجہ سے مرزا تفتہ نے خط میں شکوہ کیا ہے کہ شاید آپ کے پاس بہت سے لوگوں کے مسودے آئے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے میرے قصائد کی اصلاح نہیں کی۔ مرزا تفتہ کا شکوہ بجا ہے کیوں کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ غالب نے اتنی تاخیر کی ہو۔ مرزا تفتہ نے تاخیر پر شکوہ کیا ہے اور شکوہ وہیں کیا جاتا ہے جہاں توقع ہوتی ہے۔

غالب برصغیر کے اُردو اور فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے اور برصغیر میں ان کے سیکڑوں شاگرد تھے۔ غالب ہندوستان گیر شہرت کے مالک تھے اور ان کی اصلاح کا معیار بھی بہت اعلیٰ تھا۔ اس لیے دور دراز سے ان کے شاگرد اصلاح کے لیے اپنی شاعری بھجوایا کرتے تھے اور غالب بلا تاخیر اصلاح کر کے بھجوا دیا کرتے تھے۔ چناں چہ غالب مرزا تفتہ کا یہ شکوہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ ان کے پاس بہت سے لوگوں کی تحریریں اصلاح کے واسطے آئی ہوئی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا کہ صرف تمھارے قصیدے ہی برائے اصلاح پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد غالب نے اپنی بیوی کے چچازاد بھائی نواب ضیاء الدین خان نیر کا حوالہ دیا ہے کہ ان کی غزلیں بھی اصلاح کر کے نہیں بھجوا سکا، وہ بھی ویسے ہی رکھی ہیں۔ غالب نے اپنے قریبی عزیز نواب صاحب کا حوالہ اس لیے دیا ہے کہ مرزا تفتہ کے دل میں جو غالب کی طرف سے ملال پیدا ہوا ہے۔ اس کا تاثر ختم کر سکیں۔

ے مرے طرف سے یہ بے خیالی نہ جانے ان کو خیال کیا ہے   کبھی نہ پوچھا ملال کیا ہے کبھی نہ دیکھا حال کیا ہے

(جلیل مانک پوری)

مرزا تفتہ کے قصائد کی اصلاح بروقت کیوں نہ ہو سکی۔ اس کی وجہ غالب تفصیل سے بتا رہے ہیں کہ برسات مسلسل ہو رہی ہے۔ اس کا تمھیں بھی علم ہے۔ ہندوستان میں جولائی 1864ء میں موسلا دھار بارشیں ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے سیکڑوں

مکانات برسات کی نذر ہو گئے تھے۔ غالب بھی اپنے مکان کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ ان کا مکان ذاتی نہیں ہے بلکہ کرائے کے مکان میں رہتے ہیں اور مالک مکان اصلاح کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ پھر غالب بارش کا حال بیان کرتے ہیں کہ بارش کی وجہ سے شہر میں سیکڑوں مکان مسمار ہو گئے ہیں۔ بارش کی حالیہ کیفیت یہ ہے کہ دن رات میں دو چار بار ضرور برستی ہے اور ہر دفعہ اتنی زوردار بارش ہوتی ہے کہ ندی نالے بہ نکلتے ہیں۔ ہر طرف پانی کی وجہ سے جل تھل ہو جاتا ہے۔ حدِ نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دیتا ہے۔

بارش کی وجہ سے غالبؔ کا مکان بھی متاثر ہوا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ میرے دو منزلہ مکان کی بالائی چھت یعنی چوبارہ کا دالان ہی میرے اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، جینے مرنے کی جگہ ہے۔ وہیں اپنے معمولات نمٹاتا ہوں، اگرچہ یہ کمرا گرا نہیں ہے، لیکن چھت میں مختلف جگہوں پر سوراخ ہو گئے ہیں۔ بقولِ شاعر:

کتنے اچھے ہیں مرے گھر کے پُرانے برتن چھت ٹپکتی ہے تو کیچڑ نہیں ہونے دیتے

(سرور خان سرور)

غالبؔ نے چھت کو چھلنی سے تشبیہ دی ہے، جس سے پانی مسلسل ٹپکتا رہتا ہے۔ اس کا بندوبست یہ کیا ہے کہ جہاں جہاں سے پانی ٹپکتا ہے وہاں گھر میں استعمال کے برتن رکھ دیے ہیں۔ کہیں پرات رکھ دی ہے۔ کہیں ہاتھ منھ دھونے کا برتن، تو کہیں پیک دان رکھ دیا ہے۔ جب برتنوں میں چھت سے ٹپکنے والا پانی جمع ہو جاتا ہے تو اسے اُٹھا کر باہر پھینک دیتا ہوں، اس لیے میں نے لکھنے پڑھنے کا سامان اور کتابیں وغیرہ اُٹھا کر توشہ خانہ میں رکھ دیے ہیں۔ مکان کے مالک نے مکان کی مرمت سے خاصی لاپروائی کی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے طویل اور مسلسل بارش کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے نوحؑ کی کشتی میں تین ماہ سوار رہا ہوں۔ ایک اور خط میں غالب برسات کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

''برسات کا حال نہ پوچھو، خدا کا قہر ہے، قاسم جان کی گلی سعادت خان کی نہر ہے، دالان کا دروازہ گر گیا، سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔۔۔۔۔ چھتیں چھلنی ہو گئیں، مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے''

غالبؔ نے اپنی بات کی وضاحت کے لیے کشتی نوحؑ کی تلمیح استعمال کی ہے۔ حضرت نوحؑ اللہ تعالیٰ کے مقرب پیغمبر تھے۔ انھوں نے تقریباً ساڑھے نو سو سال تک اپنی سرکش و نافرمان بت پرست قوم کو تبلیغ کی، صرف اسی یا بیاسی لوگ مسلمان ہوئے۔ نوحؑ جب قوم سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے عذاب طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قومِ نوحؑ پر سیلاب کا عذاب آیا۔ زمین بھی پانی اُبل رہی تھی اور آسمان سے بھی پانی برس رہا تھا۔ نوحؑ کی بیوی اور بیٹا کنعان بھی غرق ہو گئے۔ یہ کشتی نوحؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنائی تھی۔ اہلِ ایمان کے ساتھ نوحؑ بھی اس کشتی میں سوار ہو گئے۔ اللہ کے حکم سے کشتی کی تمام مخلوق محفوظ رہی۔ اس کے علاوہ دنیا کی تمام مخلوق عذاب کی نذر ہو گئی۔ کشتی کے تین حصے بنائے گئے تھے۔ ایک میں انسان تھے، دوسرے حصے میں جانور اور تیسرے حصے میں پرندے تھے۔ کشتی تقریباً تین ماہ تیرتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا چلائی جس سے تمام پانی خشک ہو گیا۔ جو اہل ایمان بچ گئے تھے انھی افراد سے دنیا کا سلسلہ رواں دواں ہوا۔ اسی وجہ سے نوحؑ کو آدمؑ ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ غالب مرزا تفتہ کو بتاتے ہیں کہ تین ماہ مسلسل بارش ہونے کے بعد اب نجات ملی ہے۔ چناں چہ اب نواب ضیاء الدین خان نیر اور تمھارے قصیدے دیکھوں گا۔

عبارت نمبر 2

میر بادشاہ میرے پاس آئے تھے۔ تمھاری خیر و عافیت اُن سے معلوم ہوئی تھی۔ میر قاسم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ پرسوں سے نواب مصطفیٰ خاں صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ایک ملاقات ان سے ہوئی ہے۔ ابھی یہیں رہیں گے، بیمار ہیں، احسن اللہ خاں معالج ہیں، فصد ہو چکی ہے، جونکیں لگ چکی ہیں، اب مسہل کی فکر ہے، سوا اس کے سب طرح کی خیر و عافیت ہے۔ میں ناتواں بہت ہو گیا ہوں، گویا صاحبِ فراش ہوں۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آ جائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں، ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں، لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہوں۔

pdho.pk

سیاق وسباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے غالب اپنے دوست کو لکھتے ہیں کہ تمھارے قصائد ابھی اصلاح کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا کہ صرف تمھارے قصائد ہی پڑے ہیں، نواب صاحب کی غزلیں بھی ابھی یوں ہی دھری ہوئی ہیں۔ برسات ایک عرصہ سے شروع ہے اور میرے گھر کا حال تو تمھیں معلوم ہی ہے۔ جگہ جگہ چھت میں سوراخ ہوگئے ہیں۔ جس کی وجہ سے بارش کا پانی بہہ کر کمروں میں آ جاتا ہے۔ میں نے تمام کتابیں اٹھا کر توشہ خانہ میں رکھ دی ہیں۔ کچھ بارش سے نجات ملی ہے، اب اصلاح کا کام کروں گا۔

تشریح طلب عبارت خط کی آخری عبارت ہے اس لیے اس کا سباق نہیں ہے۔

تشریح

مرزا اسد اللہ خاں غالب اردو اور فارسی زبان کے معروف شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنے دوستوں کو خطوط بھی لکھے جو شگفتہ نثر کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے خطوط بے تکلفی اور لطافت سے بھرپور ہیں۔ ان کے اندازِ تحریر میں سادگی، دل کشی اور ادبی حسن نمایاں ہے۔ ان کے خطوط میں سماجی معاملات اور ذاتی تجربات کا خوب صورت عکس ملتا ہے۔

تشریح طلب عبارت میں غالب نے اپنے دوست مرزا ہرگوپال تفتہ کو نواب مصطفیٰ خان کی آمد کی اطلاع دی ہے۔ غالب کا حلقۂ احباب بڑا وسیع تھا۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور خاص طور پر مسلمانوں کو بہت زیادہ ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا گیا۔ جس کی وجہ سے مسلمان دہلی چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور غالب کی مجلسی زندگی بھی تباہ ہوگئی اور ان کے دوست احباب دوسرے علاقوں میں منتقل ہوگئے۔ اب غالب کے پاس جدائیوں کا غم غلط کرنے کے لیے واحد سہارا خطوط کا رہ گیا تھا۔

غالب نے برصغیر اور خاص طور پر دہلی کے چشم دید واقعات دوستوں کو لکھے ہیں۔ چناں چہ غالب کے خطوط دو حیثیتوں سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک ادبی لحاظ سے کیوں کہ غالب سے قبل اُردو نثر میں بڑی بھاری، ثقیل، مسجع و مقفیٰ عبارت آرائی کا التزام کیا جاتا تھا۔ غالب نے نثر میں سادہ نویسی کو رواج دیا۔ دوسری غالب کے خطوط کی تاریخی حیثیت ہے۔ غالب نے اپنے دور کے حالات و واقعات کو ہو بہو تحریر کیا ہے۔ کسی مبالغہ آرائی کا سہارا نہیں لیا۔ غالب اپنے دوست احباب کو زندگی کا ناگزیر حصہ سمجھتے تھے، اس لیے ہر معمولی بات سے بھی آگاہ کیا ہے۔ بقول ڈیل کارنیگی:

"سچے دوست دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہوتے ہیں۔"

تشریح طلب عبارت مرزا تفتہ کو تحریر کیے گئے خط کی آخری عبارت ہے۔ جس کے آغاز میں مرزا غالب نے تین اہم شخصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ میر بادشاہ پیشے کے لحاظ سے جج تھے اور دہلی کے رہنے والے تھے۔ غالب کے واقف کار تھے۔ میر قاسم علی بھی مرزا غالب کے جاننے والے اور پیشے کے لحاظ سے جج تھے۔ مرزا تفتہ سکندر آباد ضلع بلند شہر کے رہنے والے تھے۔ مرزا تفتہ فارسی کے اہم شاعر اور غالب کے چہیتے شاگرد تھے۔ میر بادشاہ مرزا تفتہ سے ملاقات کر کے آئے تھے۔ مرزا غالب تفتہ کو بتاتے ہیں کہ وہ میرے پاس آئے تھے جن سے تمھاری خیر و عافیت کی اطلاع ملی تھی۔ مرزا غالب تفتہ کو بتاتے ہیں کہ میر قاسم سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔

تشریح طلب عبارت میں غالب نے مرزا تفتہ کو نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے بارے میں اطلاع دی ہے کہ وہ بیمار ہیں اور دہلی میں علاج کرانے کی غرض سے آئے ہوئے ہیں۔ اُن سے ایک ملاقات ہوئی ہے، جس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ ابھی دہلی ہی میں قیام کریں گے۔ حکیم احسن اللہ خان ان کے طبیبِ خاص ہیں۔ وہ 1852ء سے قبل بہادر شاہ ظفر کے بھی طبیب رہے تھے۔ انھوں نے نواب صاحب کو نشتر لگا کر رگوں سے خون نکالا اور پھر جسم کا فاسد خون چوسنے کے لیے جونکیں لگائی ہیں۔ پرانے زمانے میں اِطبا نے اس طریقۂ علاج کو کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ خاص طور پر جوڑوں کے درد کے مریض اس طریقۂ علاج سے شفایاب ہوتے تھے۔ اِطبا مریضوں کے کسی بھی مرض کے علاج کا آغاز کرنے سے پہلے جلاب آور دوا دیا کرتے تھے تاکہ معدہ سے فاسد مواد خارج ہو جائے۔ حکیموں کا خیال تھا کہ معدہ کی صفائی کے بعد دوا زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

غالبؔ بتا رہے ہیں کہ نواب صاحب کو بھی جلاب آور دوادی جا چکی ہے۔ اب اس بات کی فکر ہے کہ معدہ کی صفائی کب ہوتی ہے۔ نواب صاحب کی وجہ سے غالبؔ فکر مند ہیں۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ ہر طرح سے خیر و عافیت ہے۔ غالبؔ بتاتے ہیں کہ وہ کمزور بہت ہو گئے ہیں، کیوں کہ بڑھاپا غالبؔ پر غالب آ گیا ہے۔ بڑھاپا بھی اپنے اثرات دکھاتا ہے۔ بڑھاپا جوانی کا جوش وجذبہ، طاقت اور ہمت سب کچھ چھین لیتا ہے۔ غالبؔ کو بڑھاپے نے نڈھال کر دیا ہے۔ بقول فورڈ جیمس:

"ہر خرابی کا تدارک ہو سکتا ہے لیکن بڑھاپے کا کوئی تدارک نہیں"

دوسری وجہ یہ کہ بیمار ہونے کی وجہ سے بستر پر پڑے رہتے ہیں۔ کوئی نیا شخص یا پرتکلف ملاقاتی آئے تو اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ ورنہ بستر پر پڑے رہتے ہیں۔ مذکورہ خط بھی غالبؔ نے بستر پر لیٹے ہوئے تحریر کیا ہے اور لیٹے لیٹے لوگوں کی اصلاح کے لیے آئی ہوئی تحریریں دیکھتے رہتے ہیں۔ چناں چہ یہ غالبؔ کی ہمت ہے کہ بیماری اور بڑھاپے کے باوجود بھی دوست احباب کے خطوط کے جوابات لکھتے اور اُن کی نثر اور شاعری کی اصلاح بھی کرتے تھے۔ بقولِ غالبؔ:

؎ مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ وہ عناصر میں اعتدال کہاں

مشقی سوالات

سوال نمبر ۱: مختصر جواب دیں۔

(الف) علاء الدین علائی کے نام خط میں غالب نے کس کس عالم کا ذکر کیا ہے؟

جواب۔ علاء الدین علائی کے نام خط میں غالب نے عالمِ ارواح اور عالمِ آب و گل کا ذکر کیا ہے۔

(ب) غالب کے خیال میں عام قاعدہ کے مطابق عالمِ آب و گل کے مجرم کہاں سزا پاتے ہیں؟

جواب۔ غالب کے خیال میں عام قاعدہ کے مطابق عالمِ آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں۔

(ج) بیڑی اور ہتھکڑیوں سے غالب کیا مراد لیتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: غالب نے بیڑی سے مراد بیوی اور ہتھکڑیوں سے مراد غالب کے لے پالک بیٹے زین العابدین خاں عارف کے دو بچے باقر علی خان اور حسن علی خان لیے ہیں، جو ان کی زیر کفالت تھے۔

(د) "کشتی نوح" قواعد کی رو سے کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب۔ "کشتی نوحؑ" قواعد کی رو سے تلمیح ہے۔ حضرت نوحؑ کی بد دعا سے دنیا میں پانی کا طوفان آیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو ہدایت کی تھی کہ ایک کشتی بنائیں۔ جب طوفان آئے تو اپنے بیوی بچوں اور ایمان دار لوگوں سمیت اس کشتی میں بیٹھ جائیں۔ جب طوفان آیا تب ساری دنیا غرق ہو گئی، لیکن نوحؑ کی کشتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

(ہ) مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام لکھے گئے خط میں مرزا غالب نے کن برتنوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب۔ مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام لکھے گئے خط میں مرزا غالب نے لگن، چلمچی اور اگال دان کا ذکر کیا ہے۔

(و) نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی بیماری کی کیا صورت حال بیان کی گئی ہے؟

جواب۔ نواب مصطفیٰ خاں احسن اللہ خاں سے علاج کروا رہے تھے۔ فصد ہو چکی تھی، جونکیں لگ چکی تھیں، اب مسہل کی فکر باقی تھی۔

سوال نمبر ۲: درست جواب کی نشان دہی کریں۔

۱۔ خط کا متبادل لفظ ہے:

الف۔ مراسلہ ب۔ خریطہ ج۔ قلم د۔ کاغذ

۲۔ "جانِ غالب! تم تو ثمر نورس ہو اس نہال کے جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے۔" غالب نے یہ جملہ لکھا:

الف۔ مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام ب۔ علاء الدین علائی کے نام
ج۔ نواب مصطفیٰ خاں کے نام د۔ میر قاسم علی کے نام

۳۔ خط کے مطابق علاء الدین علائی کا مسکن ہے:

الف۔ دہلی ب۔ لوہارو ج۔ لکھنو د۔ رام پور

۴۔ غالب نے اپنے آپ کو گناہ گار کہا ہے:
الف۔ عالمِ ارواح کا ب۔ عالمِ آب و گل کا ج۔ عالمِ برزخ کا د۔ عالمِ بالا کا

۵۔ مرزا ہر گوپال تفتہ نے غالب کو اصلاح کے لیے بھیجا:
الف۔ قصیدے ب۔ غزلیں ج۔ مرثیے د۔ حمدیں اور نعتیں

جوابات

۱	مراسلہ	۲	علاء الدین علائی کے نام	۳	لوہارو	۴	عالمِ ارواح کا	۵	قصیدے

سوال نمبر:۳۔ درج ذیل الفاظ و تراکیب کے معانی لکھیں۔

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
زائل ہونا	دور ہونا، معدوم ہونا	احتمال	اندیشہ، امکان	محبس	قید خانہ، زندان	مسموع	سنا گیا
مسودہ	ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر	بلادِ شرقیہ	مشرقی علاقہ جات	فصد	نشتر لگا کر رگ سے خون نکالنا		

سوال نمبر:۴۔ متن کو مدِنظر رکھتے ہوئے مناسب الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پر کریں۔

۱۔ میرا عذر............ مسموع نہ ہو جب تک نہ سمجھ لو۔
۲۔ دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے اس............ میں ڈال دیا۔
۳۔ میں آٹھویں رجب ۱۲۱۲ھ میں............ کے واسطے یہاں بھیجا گیا۔
۴۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم............ کو چلا جاؤں گا۔
۵۔ میں ناتواں بہت ہو گیا ہوں، گویا............ ہوں۔

جوابات

۱	زنہار	۲	زندان	۳	روبکاری	۴	ارواح	۵	صاحب فراش

سوال نمبر:۵۔ کالم ''الف'' میں دیے گئے الفاظ کو کالم ''ب'' کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج) جوابات
ہجر	آواز	وصال
زمزمہ	نثر	پرواز
خوش	نالے	آواز
نظم	زندان	نثر
ندی	پرواز	نالے
ہتھکڑی	وصال	زندان

سوال نمبر:۶۔ طلبہ باہمی گفت و شنید سے درج ذیل بیانات میں سے درست اور غلط کی نشان دہی کریں۔

نمبر	جملے	درست	غلط
۱	غالب نے لکھا کہ میں تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا۔	درست	
۲	'جانِ غالب! تم تو ثمر نورس ہو۔' غالب کے یہ الفاظ مرزا تفتہ کے لیے ہیں۔		غلط
۳	نواب مصطفیٰ خاں، احسن اللہ خاں کے معالج تھے۔		غلط
۴	''خطوطِ غالب'' مولانا غلام رسول مہر کی مرتبہ کتاب ہے۔	درست	

سوال نمبر:۷۔ دی گئی عبارت کو پڑھیں اور پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

جدید سائنسی ایجادات نے مواصلات کے نظام میں ان گنت تبدیلیاں برپا کر دی ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی وژن، ٹیلی فون، موبائل فون،

فیکس اور انٹرنیٹ، وہ ایجادات ہیں جن کے سبب ہم ساری دنیا کو اپنے سامنے موجود پاتے ہیں۔ اب یہ ممکن ہو چکا ہے کہ ہم کسی بھی وقت اور کسی جگہ ہزاروں میل دور بیٹھے کسی بھی شخص کو براہِ راست دیکھ سکتے ہیں اور اس سے گفت گو کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر ای میل کے ذریعے چند سیکنڈ میں ہزاروں کلو میٹر دور دوستوں کو پیغامات، مضامین، کہانیاں، اسباق اور اشعار وغیرہ بھیجے جا سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں موبائل فون سے بھی کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا کام لیا جا رہا ہے۔ طلبہ کمپیوٹر کو سامنے رکھ کر انٹرنیٹ کے ذریعے کسی بھی تعلیمی ادارے، کسی بھی شعبہ تعلیم اور کسی بھی کتاب کے بارے میں بھر پور معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ ان سہولیات نے ہمارے درس و تدریس کے نظام کو بہت موثر، علاج معالجے کی مستند معلومات کی فراہمی کو آسان اور معلومات عامہ تک عام آدمی کی رسائی کو ممکن بنا دیا ہے۔

سوالات:

ا۔ عبارت کے حوالے سے بتائیں کہ کن سائنسی ایجادات کا تعلق مواصلات کے نظام سے ہے؟

جواب۔ ریڈیو، ٹیلی وژن، ٹیلی فون، موبائل فون، فیکس اور انٹرنیٹ جیسی سائنسی ایجادات کا تعلق مواصلات کے نظام سے ہے۔

۲۔ انٹرنیٹ کے کیا فوائد ہیں؟

جواب۔ انٹرنیٹ کے ذریعے ہم ہزاروں میل دور دوستوں کو پیغامات، مضامین، کہانیاں اور اشعار وغیرہ بھیج سکتے ہیں۔

۳۔ موجودہ دور میں موبائل فون سے کیا کیا کام لیا جا سکتا ہے؟

جواب۔ موجودہ دور میں موبائل فون سے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

۴۔ عبارت میں جدید مواصلاتی سہولیات سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے کن دو اہم شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب۔ عبارت میں جدید مواصلاتی سہولیات سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے تعلیم اور صحت کے شعبے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۵۔ اس عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں؟

جواب۔ **جدید ذرائع مواصلات**

ا۔ حروف ندائیہ / فجائیہ (!): ندائیہ اور فجائیہ کے جملوں کے لیے اگرچہ ایک ہی علامت (!) استعمال ہوتی ہے لیکن دونوں کے جملے اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

۲۔ ندائیہ (!): ندائیہ کا لفظ ندا سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں آواز دینا، پکارنا، مخاطب کرنا، بلانا وغیرہ۔ مثلاً:

الف۔ ارے لڑکے! میری بات سنو۔ ب۔ سبزی والے! ذرا رکنا۔

ج۔ حضرات! ایک ضروری اعلان سنیے۔ د۔ عزیز طلبہ! آج ہم حکایاتِ سعدیؒ کے متعلق گفت گو کریں گے۔

فجائیہ: (!) فجائیہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں اچانک، فوراً اور یکا یک وغیرہ۔ اردو زبان میں جب کسی جوش، غم و غصے، حیرت و تعجب، نفرت، خوف، تمنا، تحسین یا تحقیر جیسے کسی جذبے کا اظہار کیا جائے تو ایسے جملے یا لفظ کے بعد (!) کی علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً:

الف۔ حروف تاسف: افسوس! اس نے میری قدر نہ کی۔

ب۔ حروف تعجب: سبحان اللہ! کتنا سہانا موسم ہے۔

ج۔ حروف نفرین: لاحَولَ وَلاَ قُوَّۃَ! میں نے آج یہ کس کی صورت دیکھ لی۔

د۔ حروف تمنا: کاش! تم نے محنت کی ہوتی۔

د۔ حروف تحسین: واہ واہ! کیا کارکردگی دکھائی آپ نے۔

سوال نمبر: ۸۔ طلبہ مکاتیب غالب کے زیرِ عنوان دونوں خطوط توجہ سے پڑھیں اور ندائیہ / فجائیہ حروف تلاش کر کے اپنی نوٹ بک میں درج کریں۔

جواب۔ سنو! اللہ اللہ! جانِ غالب!

سوال نمبر: ۹۔ سیاق و سباق کے حوالے سے درج ذیل اقتباسات کی تشریح کریں اور حوالہ متن بھی درج کریں۔

ا۔ "فکر نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔۔۔۔۔۔۔ سیدھا عالمِ ارواح کو چلا جاؤں گا۔"

۲۔ میر بادشاہ میرے پاس آئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسوّدات دیکھتا ہوں۔ اللہ! اللہ!

جواب۔ دیکھیے نثر پاروں کی تشریح

مصنف سے متعلق کثیر الانتخابی سوالات

1 مرزا غالب پیدا ہوئے:

(الف) 27 دسمبر 1795ء (ب) 27 دسمبر 1797ء (ج) 27 دسمبر 1799ء (د) 27 دسمبر 1800ء (ب)

2 مرزا غالب پیدا ہوئے۔

(الف) دہلی میں (ب) لکھنؤ میں (ج) امرتسر میں (د) آگرہ میں (د)

3 مرزا غالب کے والد کا نام ہے:

(الف) مرزا عبداللہ بیگ (ب) مرزا نصر اللہ بیگ (ج) مرزا فرحت اللہ بیگ (د) مرزا عبیداللہ بیگ (الف)

4 مرزا غالب کے والد کی وفات ہوئی، اس وقت غالب کی عمر تھی:

(الف) 3 سال (ب) 5 سال (ج) 7 سال (د) 9 سال (ب)

5 مرزا غالب کے والد کی وفات کے بعد ان کی پرورش کی:

(الف) مرزا عبیداللہ خاں نے (ب) مرزا نصیر اللہ بیگ خاں نے (ج) مرزا فصیح اللہ بیگ خاں نے (د) مرزا نصر اللہ بیگ خاں نے (د)

6۔ مرزا اسداللہ خاں کو گھر پر پکارتے تھے:

(الف) مرزا شہ زور کے نام سے (ب) مرزا نوشہ کے نام سے (ج) مرزا انوشہ کے نام سے (د) مرزا بہروز کے نام سے (ب)

7 مرزا غالب پہلے تخلص لکھتے تھے:

(الف) اسد (ب) غالب (ج) نوشہ (د) انوشہ (الف)

8 مرزا غالب نسلاً تھے:

(الف) ایک منگول (ب) ایک ترک (ج) ایک مغل (د) ایک غوری (ب)

9 عبداللہ بیگ تھے:

(الف) سپاہی پیشہ (ب) تاجر (ج) کسان (د) فوجی (الف)

10 مرزا غالب فخر کیا کرتے تھے:

(الف) اپنی اُردو شاعری پر (ب) اپنی اُردو نثر پر (ج) اپنی فارسی شاعر پر (د) اپنی اُردو اور فارسی شاعری پر (ج)

11 مرزا غالب کے چچا نصر اللہ بیگ کی وفات کے بعد ان کی پرورش کی:

(الف) دادا (ب) نانا (ج) ماموں (د) خالو (ب)

12 مرزا نصر اللہ بیگ خاں صوبے دار تھے:

(الف) دہلی کے (ب) لکھنؤ کے (ج) کلکتہ کے (د) آگرہ کے (د)

13 مرزا نصر اللہ بیگ نے وفات پائی:

(الف) 1806 میں (ب) 1807ء میں (ج) 1808ء میں (د) 1809ء میں (الف)

14 مرزا غالب کی شادی الٰہی بخش خاں معروف کی صاحبزادی ہوئی، اس وقت اُن کی عمر تھی:

(الف) بارہ برس (ب) تیرہ برس (ج) چودہ برس (د) پندرہ برس (ب)

15 مرزا غالب دربارِ دلی سے منسلک ہوئے:

(الف) 1840 میں (ب) 1845ء میں (ج) 1850ء میں (د) 1855ء میں (ج)

16۔ مرزا غالب فوت ہوئے:

(الف) 15 فروری 1860ء میں (ب) 15۔فروری 1863ء میں

(ج) 15 فروری 1866ء میں (د) 15۔فروری 1869ء میں (د)

17۔ مرزا غالب فوت ہوئے:

(الف) آگرہ میں (ب) دہلی میں (ج) لکھنؤ میں (د) امرتسر میں (ب)

parho.pk

سبق سے متعلق کثیر الانتخابی سوالات

خط نمبر 1

1۔ سبق ''مکاتیبِ غالبؔ'' کا ماخذ ہے:
(الف) قاطع برہان (ب) گُلِ رعنا (ج) خطوطِ غالب (د) عودِ ہندی (ج)

2۔ مرزا غالب کا شاملِ نصاب پہلا خط ہے:
(الف) غلام مصطفیٰ شیفتہ کے نام (ب) مرزا تفتہ کے نام
(ج) علاء الدین علائی کے نام (د) میر مہدی مجروح کے نام (ج)

3۔ مرزا غالب نے علاء الدین علائی کو خط لکھا تھا:
(الف) جون 1860ء کو (ب) جون 1861ء کو (ج) جون 1862ء کو (د) جون 1863ء کو (ب)

4۔ مرزا غالب نے علاء الدین علائی کو مخاطب کیا ہے:
(الف) علائی صاحب (ب) بھائی صاحب (ج) نواب صاحب (د) جانِ غالب (د)

5۔ بقول غالب ''ثمرِ نورس'' ہے:
(الف) میر مہدی حسین مجروح (ب) علاء الدین علائی (ج) مرزا تفتہ (د) غلام مصطفیٰ شیفتہ (ب)

6۔ ''ثمرِ نورس'' کا معنی ہے:
(الف) موسم کا پھل (ب) تازہ کچا پھل (ج) تازہ پکا ہوا پھل (د) باسی پھل (ج)

7۔ ''ثمرِ نورس'' سے مجازاً مراد ہے:
(الف) نوجوان اولاد (ب) نوجوان بھائی (ج) نوجوان نسل (د) نوجوان لڑکے (الف)

8۔ نہال کے معنی ہے:
(الف) آم کا درخت (ب) مالٹے کا درخت (ج) انار کا درخت (د) پھل دار درخت (د)

9۔ ''نہال'' سے مجازاً مراد ہے:
(الف) بھائی (ب) والد (ج) چچا (د) ماموں (ب)

10۔ بقول غالب ''نہال'' ہے:
(الف) امین الدین احمد خاں (ب) ضیاء الدین احمد خاں نیر (ج) میر مہدی حسین مجروح (د) علاء الدین علائی (الف)

11۔ تم تو ثمرِ نورس ہو، اس نہال کے جس نے میری آنکھوں کے سامنے:
(الف) تعلیم حاصل کی (ب) ملازمت کی (ج) نشو و نما پائی (د) رہائی پائی (ج)

12۔ میں ہوا خواہ و سایہ نشین رہا ہوں:
(الف) گھر کا (ب) نہال کا (ج) درخت کا (د) سائبان کا (ب)

13۔ بقول مرزا غالب دید وادید کی صورتیں ہیں:
(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ (الف)

14۔ مرزا غالب علائی کو بتاتے ہیں کہ دید وادید کی دو صورتیں ہیں:
(الف) دلی آؤ یا لکھنو (ب) دلی آؤ یا کلکتہ (ج) دلی آؤ یا لوہارو (د) دلی آؤ یا اتر پردیش (ج)

15۔ بقول مرزا غالب عالم ہیں:
(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ (الف)

16۔ عالمِ ارواح اور عالمِ آب و گل کا مالک ہے:
(الف) حضرت جبرائیل علیہ السلام (ب) حضرت میکائیل علیہ السلام
(ج) حضرت اسرافیل علیہ السلام (د) اللہ تعالیٰ (د)

17۔ قاعدۂ عام یہ ہے کہ عالمِ آب و گل کے مجرم سزا پاتے ہیں:
(الف) عالمِ فانی میں (ب) عالمِ بالا میں (ج) عالمِ ارواح میں (د) عالمِ روحانی میں (ج)

18۔ غالب کہتے ہیں کہ عالمِ ارواح کے گناہ گار کو سزا دی جاتی ہے:
(الف) آخرت میں (ب) دنیا میں (ج) قبر میں (د) حشر میں (ب)

Parho.pk

19۔ بقول غالب انھیں روبکاری کے واسطے دنیا میں بھیجا گیا:
(الف) آٹھویں رجب ۲۰۱۲ھ کو (ب) نویں رجب ۲۰۱۳ھ کو (ج) دسویں رجب ۲۰۱۴ھ کو (د) گیارھویں رجب ۲۰۱۵ھ کو (الف)

20۔ روبکاری کے معنی ہیں:
(الف) روبرو ہونا (ب) سزا پانا (ج) مقدمے کی پیشی (د) عمر قید ہونا (ج)

21۔ غالب بتاتے ہیں کہ وہ حوالات میں رہے:
(الف) دس سال (ب) گیارہ سال (ج) بارہ سال (د) تیرہ سال (د)

22۔ غالب کے لیے حکمِ حبسِ دوام صادر ہوا:
(الف) ۷۔ رجب ۱۲۲۰ھ کو (ب) ۷۔ رجب ۱۲۲۵ھ کو (ج) ۷۔ رجب ۱۲۳۰ھ کو (د) ۷۔ رجب ۱۲۳۵ھ کو (ب)

23۔ حبسِ دوام کے معنی ہیں:
(الف) مقدمے کی پیشی (ب) مقدمے کا فیصلہ (ج) مقدمے کی کارروائی (د) عمر قید (د)

24۔ غالب حبسِ دوام یعنی عمر قید قرار دیتے ہیں:
(الف) ملازمت کو (ب) نظم و نثر کو (ج) زندگی کو (د) غلامی کو (ج)

25۔ غالب کے پاؤں میں بیڑی ڈال دی گئی:
(الف) ایک (ب) دو (ج) تین (د) چار (الف)

26۔ غالب پاؤں کی بیڑی قرار دیتے ہیں:
(الف) اولاد کو (ب) ملازمت کو (ج) بیوی کو (د) شاعری کو (ج)

27۔ بقول غالب ان کے لیے زندان مقرر ہوا:
(الف) کلکتہ (ب) دہلی (ج) لکھنو (د) میرٹھ (ب)

28۔ زندان کہتے ہیں:
(الف) قید خانے کو (ب) عمر قید کو (ج) زندگی کو (د) موت کو (الف)

29۔ غالب کے لیے فکر نظم و نثر کو بطور مشقت ٹھہرایا گیا:
(الف) آسان (ب) دشوار (ج) مشقت (د) مشکل (ج)

30۔ غالب بلادِ شرقیہ میں پھرتے رہے:
(الف) دو برس (ب) تین برس (ج) چار برس (د) پانچ برس (ب)

31۔ آخرکار غالب کو پکڑ لائے:
(الف) لکھنو سے (ب) بنارس سے (ج) کلکتہ سے (د) بمبئی سے (ج)

32۔ دو ہتھکڑیوں سے مُراد ہے:
(الف) عارف کے دو بچے (ب) شیفتہ کے دو بچے (ج) تفتہ کے دو بچے (د) نیّر کے دو بچے (الف)

33۔ غالب کے لے پالک بیٹے تھے:
(الف) شیفتہ (ب) نیّر (ج) علائی (د) عارف (د)

34۔ عارف کے بچوں کے نام ہیں:
(الف) علی نقی اور علی متقی (ب) باقر حسین اور سجاد حسین (ج) باقر علی خاں اور حسن علی خاں (د) احمد رضا اور حسن رضا (ج)

35۔ غالب میرٹھ اور مُراد آباد ہوتے ہوئے پہنچے:
(الف) لکھنو (ب) رام پور (ج) کلکتہ (د) دہلی (ب)

36۔ غالب نے عالمِ آب و گِل سے عالمِ ارواح کی طرف روانگی بتائی ہے:
(الف) ذی الحجہ ۱۲۷ (ب) ۱۲۷۲ھ کو (ج) ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو (د) ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ کو (د)

سبق سے متعلق کثیر الانتخابی سوالات

خط نمبر 2

1۔ غالب کا دوسرا خط نام ہے:
(الف) سید مہدی حسین مجروح (ب) مرزا ہرگوپال تفتہ (ج) نواب ضیاء الدین احمد خان نیر (د) نواب مصطفیٰ خان شیفتہ (ب)

parho.pk

2۔ ہرگوپال تفتہ نے غالب کے پاس اصلاح کے لیے بھجوائے تھے:
(الف) غزلیں (ب) مرثیے (ج) قصیدے (د) نظمیں (ج)

3۔ غزلیات اصلاح کے لیے غالب کے پاس بھجوائی تھیں:
(الف) مرزا تفتہ نے (ب) میر مہدی حسین مجروح نے (ج) نواب شیفتہ نے (د) نواب ضیاء الدین نیر نے (د)

4۔ نواب ضیاء الدین احمد خان نیر کا غالب سے رشتہ تھا:
(الف) بیوی کا چچیرا بھائی (ب) بیوی کا ماموں زاد بھائی (ج) بیوی کا پھوپھی زاد بھائی (د) بیوی کا سگا بھائی (الف)

5۔ غالب رہتے تھے:
(الف) ذاتی مکان میں (ب) بھائی کے مکان میں رہتے تھے (ج)
(ج) کرائے کے مکان میں رہتے تھے (د) دوست کے مکان میں رہتے تھے

6۔ غالب کے مالک مکان کا نام تھا:
(الف) حکیم اجمل خان (ب) حکیم پٹیالے والے کا بھائی (ج) حکیم افضل خان (د) حکیم اختر خان (ب)

7۔ دلی میں بارشیں شروع ہوئی تھیں:
(الف) جولائی 1864ء (ب) جولائی 1866ء (ج) جولائی 1868ء (د) جولائی 1870ء (الف)

8۔ شہر میں سیکڑوں مکان گر گئے تھے:
(الف) آندھی کی وجہ سے (ب) سیلاب کی وجہ سے (ج) زلزلے کی وجہ سے (د) زیادہ بارش کی وجہ سے (د)

9۔ مکان کی اس حالت کو غالب نے تشبیہ دی ہے:
(الف) آتش نمرود سے (ب) کشتی نوح سے (ج) تختِ سلیمان سے (د) خانہ فرہاد سے (ب)

10۔ غالب نے ہرگوپال تفتہ کے نام خط میں تلمیح استعمال کی ہے:
(الف) تختِ سلیمان (ب) آتش نمرود (ج) ابن مریم (د) کشتی نوح (د)

11۔ نواب مصطفیٰ خاں آئے تھے:
(الف) دہلی (ب) کلکتہ (ج) لکھنو (د) میرٹھ (الف)

12۔ نواب مصطفیٰ خان علاج کرا رہے تھے:
(الف) حکیم اجمل خان (ب) حکیم احسن اللہ خان (ج) حکیم سعید (د) حکیم پٹیالے والا (ب)

13۔ غالب نے مرزا تفتہ کو اپنے بارے میں بتایا ہے:
(الف) مصروف ہوں (ب) بیمار ہوں (ج) خط لکھ رہا ہوں (د) غزل لکھ رہا ہوں (ب)

14۔ سبق "مکاتیب غالب" کا ماخذ........ ہے:
(الف) گلِ رعنا (ب) اردوئے معلیٰ (ج) خطوطِ غالب (د) عودِ ہندی (ج)

15۔ صاحب فراش ہوتے ہوئے غالب مسودات دیکھتے:
(الف) لیٹے لیٹے (ب) بیٹھ کر (ج) کھڑے ہو کر (د) چل پھر کر (الف)

16۔ نواب صاحب نے غالب کو اصلاح کے واسطے بھیج رکھا تھا:
(الف) غزلیں (ب) نظمیں (ج) قصائد (د) مرثیے (الف)

17۔ غالب نے مرزا ہرگوپال تفتہ کو خط لکھا:
(الف) بدھ کو (ب) جمعرات کو (ج) جمعہ کو (د) ہفتہ کو (ج)

18۔ غالب کو کشتی نوح میں رہنے کا اتفاق ہوا:
(الف) دو مہینے (ب) ایک ماہ (ج) پانچ مہینے (د) تین مہینے (د)

19۔ مرزا غالب نے اپنے خط میں مرزا ہرگوپال کو مخاطب کیا ہے:
(الف) مرزا صاحب! (ب) بھائی تفتہ! (ج) بھائی! (د) تفتہ صاحب (ج)

20۔ نصاب میں شامل "مکاتیب غالب" مرتب کردہ ہیں:
(الف) شفیع عقیل (ب) وارث علوی (ج) ڈاکٹر معین الرحمٰن (د) غلام رسول مہر (د)

parho.pk